

تو پھر یا کاری نہیں ہوتی۔

ہی یہ بات کہ لوگوں کے سامنے کیا کام کرتا ہے اور تھائی میں کیا کام تو اس کا ضابطہ یہ ہے کہ ہر جائز کام اور ہر عبادت لوگوں کے سامنے کی جاسکتی ہے۔ اسی طرح جو کیفیت جائز اور مختصر ہے اسے لوگوں کے سامنے لایا جاسکتا ہے۔ رونا بھی اسی قسم کی کیفیات میں سے ایک کیفیت ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام اور سلف صالحین نے کھلے عام بھی اس سے پر ہیز نہیں کیا۔ نماز میں ایسی کیفیت طاری ہو اور نماز میں آنسو بننے لگیں تو انھیں روکنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ ریا کاری نہیں ہے۔ آدمی مغلوب ہو جائے اور رونے کی آواز نکل آئے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔ ریا کاری یہ ہے کہ رونا نہ آتا ہو لیکن لوگوں کے سامنے بزرگی، تقویٰ اور ولایت ظاہر کرنے کے لیے روئے، اور گھر میں جب کوئی نہ کیہ رہا ہو تو اس وقت نماز میں خشوع و خضوع بھی نہ ہوآ آنسو بھی نہ آئیں اور بے اختیار آواز بھی نہ نکلے۔ آپ نے اپنا جو حال لکھا ہے یہ ریا کار کا حال نہیں ہے بلکہ نیک لوگوں کا حال ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کیفیت میں ترقی فرمائے۔ (مولانا عبدالمالک)

پریشان کن گھریلو مسائل کا حل

س: ایک تحریکی بزرگ کی بیٹی سے میری شادی ہوئی ہے۔ میں نے اپنی برادری سے باہر تحریک کی بنیاد پر شادی کی تھی ڈڑھن میں یہ خاکہ میں تحریکی کام کروں گا تو میری الہیہ میرا ہاتھ بٹائے گی اور میرا گھر اسلام کا ایک خوب صورت گل دستہ ہو گا۔ گھر شادی کے بعد میرا سارا تصور خاک میں مل گیا۔ میری الہیہ ایم ایس سی ہیں۔ نماز بھی وقت کی پابندی سے ادا نہیں کرتیں۔ میں نے بڑی حکمت سے اسلام کی بنیادی تعلیم سکھانے کی کوشش کی اور حلقہ خواتین کے اجتماع میں بھی بھیجا۔ گھریلو کام میں بھی تعاون کپا گھر بہتری کے بجائے خرابی ہو رہی ہے۔ میرا ایک بینا اور ایک بیٹی ہے۔ گھر کا ماحول ناخوش گوار ہو گیا ہے۔ ازدواجی تعلقات بھی تباہ کا شکار رہتے ہیں۔ میری الہیہ ملازمت کرتی ہیں وہ ساری تنوادا اپنی مرضی سے خرچ کرتی ہیں۔ میں نے اس پر بھی کبھی اعتراض نہیں کیا یہے۔ میری الہیہ کبھی کبھی رات کا کھانا بھی نہیں پکاتیں اور مجھے کھانا خود پکانا پڑتا ہے۔ ان حالات میں میرے سوال یہ ہیں:

- ۱۔ مجھے اپنی الہیہ کے رویے پر خاموش رہنا چاہیے یا ان کو طلاق دے دیتی چاہیے؟ کیوں کہ اصلاح کا بظاہر کوئی امکان نہیں۔
- ۲۔ کیا جب یوں اپنے خاوند کی جائز خواہش پوری نہ کرئے تو مرد کو دوسرا شادی کر لینی

چاہیے تاکہ گناہ سے نج سکے۔

۳۔ اگر ان میں سے کوئی صورت بھی ممکن نہ ہو تو کیا ایک فرد اپنے بیوی بچوں کو چھوڑ کر گوشہ نشین ہو سکتا ہے؟

ج: آپ نے اپنے خط میں جو سوالات اٹھائے ہیں وہ ہمارے معاشرے کے بعض بنیادی مسائل اور تضادات کی نشان دہی کرتے ہیں۔ پہلی بات تو یہ سمجھ بیجی کہ آپ نے نیک نیت کے ساتھ یہ چاہا کہ آپ کی شادی ایک تحریکی خاتون سے ہوتا کہ وہ دعویٰ کام میں آپ کی معاون ہو سکے۔ ان شاء اللہ اس نیک نیت کا اجر آپ کو اس دنیا میں اور آخرت میں بھی ضرور ملے گا چاہے آپ کی الہیہ نے آپ کی توقعات پوری نہ کی ہوں کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ خلوص نیت کو ضائع نہیں فرماتے۔ البتہ جو بات تشویش طلب ہے وہ یہ کہ اگر ایک تحریکی گھرانے میں پروش پانے والی اور ایم ایس سی تک تعلیم یافتہ خاتون کا رویہ وہی ہے جو آپ نے تحریر فرمایا ہے تو ہمارے نظام تربیت میں لازماً کوئی بنیادی خامی ہے۔ اس کا حل دور حاضر کا معروف نفرہ یعنی خواتین کا empowerment نہیں ہو سکتا۔ اصل مسئلہ اقدار حیات اور مقصد حیات کا ہے جو بعض اختیارات کی منتقلی سے حل نہیں ہو سکتا۔

یہ بات بھی غور طلب ہے کہ معاشرتی ظلم و احتصال کا دائرہ محض خواتین تک محدود نہیں ہے، بعض مرد بھی اس احتصال کا شکار ہیں جو ایک وسیع تر معاشرتی بحراں کی علامت ہے۔ اگر اسے نظر انداز کیا گیا تو پھر تباہی کے روکنا بہت مشکل ہو جائے گا۔ یہیں اپنے خاندان کے نظام تربیت اور اہل خانہ میں مقصد حیات کے شعور کو بیدار کرنے کے لیے ان تحکیم منعت کرنی ہو گی ورنہ تحریکی گھرانے بھی اس لاعلانج مرض سے محفوظ نہیں رہ سکتے۔

آپ نے جو سوالات اٹھائے ہیں ان کا مختصر جواب یہ ہے کہ اگر ایک شخص اپنے خاندانی معاملات میں اصلاح کی تمام کوششوں کے باوجود کامیابی حاصل نہ کر سکے تو انیسا کرام کے اسوہ کی پیرروی کرتے ہوئے تجدید اختیارات نہیں کر سکتا۔ حضرت نوح اور حضرت لوط علیہما السلام کے اسوہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ہمه وقت اصلاح و دعوت کے عمل میں مصروف رہنے کے باوجود وہ اپنے اہل خانہ کو تبدیل نہ کر سکے لیکن اس بنا پر نہ کسی جگل میں جا کر بیٹھ گئے، نہ ان سے قطع تعزیز کر لیا بلکہ آخروقت تک صبر و استقامت کے ساتھ اصلاح کی کوشش میں لگے رہے۔ اس لیے تجدید اس کا حل ہے نہ ازدواجی تعلق منقطع کر دینا اور نہ خاموش رہنا۔ ایک داعی کو بار بار اس باث پر غور کرنا چاہیے کہ دعوت حق کو پہنچانے کے لیے جو اسلوب اور طریقہ اس نے اختیار کیا ہے اس میں کس طرح مناسب تبدیلی کی جائے کہ بات زیادہ موثر ہو جائے۔ گوغل کی دنیا کو بدلتا اللہ رب

العلمین ہی کے ہاتھ میں ہے لیکن ہر داعی کو مسلسل اپنے طریق دعوت کا تنقیدی جائزہ لیتے رہنا چاہیے۔ بعض اوقات اصلاح کے لیے اچھے انداز میں زبانی طور پر متوجہ کرنا پڑتا ہے۔ بعض اوقات خاموش رہ کر بھی یہ کام کیا جاسکتا ہے لیکن یہ خاموشی مستقل نہیں ہوتی۔ صرف کسی خاص موقع پر حکمت کے پیش نظر خاموش ہونا اور بعد میں اس پہلوکی طرف متوجہ کرنا بھی دعوت کا ایک طریقہ ہے۔

آپ کی اہمیہ اگر کام کرتی ہیں تو جو کچھ معاوضہ انھیں ملتا ہے وہ ان کی ملکیت ہے اور انھیں اس سے خرج کرنے کا پورا حق ہے۔ گھر میں کھانا پکانا آپ دونوں کا باہمی رضامندی کا معاملہ ہے۔ رواجی طور پر ہم نے یہ تصور کر لیا ہے کہ ایک اچھی بیوی کو لازماً کھانا پکانے کا ماہر بھی ہونا چاہیے اور گویا یہ شوہر کا ایک حق ہے۔ ہماری معلومات کی حد تک شریعت نے ایسی کوئی پابندی عائد نہیں کی ہے۔ یہ محض باہمی خوشی کا معاملہ ہے۔ ایک بیوی شوہر سے اس کی استطاعت کے مطابق گھر بیوکاموں کے لیے ایک خدمت گار کا مطالبہ بھی کر سکتی ہے۔

اگر معاملہ اتنا حد سے گزر گیا ہے کہ آپ طلاق دینے پر غور کر رہے ہیں تو یہ یاد رکھیے یہ جائز کاموں میں سے وہ کام ہے جو اللہ تعالیٰ کو غضب میں لانے والا ہے۔ اس لیے نہ صرف آپ کو بلکہ آپ کی اہمیہ کو بھی اللہ تعالیٰ کو غضب میں لانے سے بچنا چاہیے اور دونوں کو اپنے طرز عمل کی اصلاح کی سنجیدہ کوشش کرنی چاہیے۔

دوسری شکل جو آپ نے لکھی ہے وہ بلاشبہ شریعت کی ایک جائز شکل ہے۔ لیکن اس کے بارے میں بھی آپ کی اہمیہ کو یہ بات معلوم ہونی چاہیے کہ اگر وہ اپنا طریقہ تبدیل نہیں کریں گی تو آپ پر مجبوراً عقد ثانی پر غور کریں گے تاکہ حالات خراب نہ ہوں اور خاندانی مودت و رحمت میں کی نہ آئے۔ بعض اوقات حالات سے متاثر ہو کر ہم ایک کام کر بیٹھتے ہیں اور پھر بچوں کا مستقبل اور خود دو گھروں کی ذمہ داری کو صحیح طور پر ادا نہیں کر پاتے۔ اس لیے جو حالات بعد میں پیش آنے والے ہیں ان پر غور کر کے اپنے وسائل کا حقیقی انداز میں جائزہ لے کر ہی کوئی فیصلہ کرنا مفید ہو گا۔

اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ ایسے موقع پر بھی جب بظاہر ایک شخص کے سامنے کوئی راست نہیں ہوتا، اصلاح حال کی پر خلوص کوشش کی جائے تو خاندان میں دوبارہ سکون و محبت قائم ہو جاتا ہے۔ اگر انتخاب گناہ کی زندگی اور جائز شرعی طریقے میں ہو تو لازماً جائز ہی کو اختیار کیا جائے گا۔ لیکن ایسے تمام فیصلے اہل خانہ کو پورے اعتماد میں لے کر ہی ہونے چاہیں تاکہ اتمامِ جنت پوری وضاحت کے ساتھ ہو اور محض ایک قانونی لکٹے کے طور پر نہ ہو۔ (ڈاکٹر انیس احمد)

رسائل و مسائل کر لیتے سوالات میں پتنا نہ ہونے پر جواب نہیں دیا جائے گا۔

دفتری خط و کتابت میں خریداری نمبر کا حوالہ لازماً دیجیے۔ (ادارہ)